حزب التحریر کی حقیقت

فضیلۃ الشیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ: طارق علی بروہی

توحیدِ خالص ڈاٹ کام
www.tawheedekhaalis.com

حزب التحریر کی حقیقت

فضیلۃ الشیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

(محدث دیارِ شام)

مصدر

سلسلة الهدى والنور کیسٹ نمبر ٧٤٠

ترجمہ: طارق علی بروہی

Cover & Design

@ManzoorWaniJK (Twitter)

توحیدِ خالص ڈاٹ کام

www.tawheedekhaalis.com

© حقوق محفوظ توحید خالص ڈاٹ کام

www.tawheedekhaalis.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے سامنے دو سوال ہیں جو ایک ہی نکتے پر ہیں اور وہ ہے جماعت حزب التحریر۔

سوال 1: سائل کہتا ہے: میں نے حزب التحریر[1] کے بارے میں بہت پڑھا ہے اور مجھے ان کے افکار بہت اچھے لگتے ہیں۔ پس یا شیخ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان کا مختصر سا تعارف ہمارے سامنے بیان فرمائیں؟

---

[1] لبنان سے شروع ہونے والی ایک اسلامی جماعت جو پاکستان میں 1999ء سے متحرک ہوئی۔ حزب التحریر کو 1953ء میں بیت المقدس میں جامعہ الازہر کے تعلیم یافتہ تقی الدین نبہانی نے قائم کیا جو اس کے نظریہ ساز بھی تھے۔ حزب التحریر جب پاکستان میں سرگرم ہوئی تو اس وقت بھی یہ تمام عرب ملکوں میں اور وسط ایشیائی مسلمان ریاستوں میں ممنوعہ تنظیم تھی۔ حزب التحریر پاکستان میں سنہ دو ہزار 2000ء میں مکمل طور پر نمودار ہوئی جب لاہور شہر کے نمایاں مقامات پر بڑے بڑے اشتہاری بورڈ دیکھے گئے جن پر لکھا تھا خلافت وقت کا تقاضہ ہے۔ اور اب کراچی میں بھی جگہ جگہ اس کے اسٹیکرز آویزاں نظر آتے ہیں۔ امریکہ کی شکاگو یونیورسٹی سے تعلیم یافتہ نوید بٹ اس کے ترجمان تھے اور اس کے دوسرے ارکان میں روانی سے انگریزی بولنے والے یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں سے گریجویٹ اور بظاہر خوشحال نوجوان افراد شامل رہے۔ حزب التحریر پاکستان میں بظاہر کسی پُر تشدد سرگرمی میں ملوث نہیں اور نہ اس کے کسی رکن پر ایسا کوئی مقدمہ قائم ہوا لیکن ان کے نظریات میں

سوال 2: اس موضوع پر کچھ کلام تو ہے مگر ہم آپ سے اس کی تفصیلی شرح چاہتے ہیں کہ حزب التحریر کے کیا اہداف وافکار ہیں اور ان کی کیا غلطیاں ہیں اور آیا وہ غلطیاں عقیدے میں بھی بگاڑ پیدا کرتی ہیں؟

جواب: میرا جواب ان دونوں سوالوں کے تعلق سے یہ ہے کہ:

کوئی بھی حزب (جماعت) میری مراد مختلف اسلامی احزاب، جماعتوں، گروہوں اور تنظیموں میں سے صرف حزب التحریر نہیں بلکہ ان جماعتوں میں سے کوئی بھی جماعت جن کی جماعتیں اور احزاب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ اور ان دو مصادر پر مزید تیسری چیز منہج سلف صالحین پر قائم نہ ہو تو بلاشبہ اس کا انجام خسارہ ہی ہے، اگرچہ وہ اپنی دعوت میں کتنے ہی مخلص

مسلمانوں کو عقیدہ ومسلک سے بالاتر ہو کر ایک وحدت یعنی خلافت پر جمع کرنے کا مشن موجود ہے۔ اس سلسلے میں وہ شریعت کے عدم نفاذ کے سبب سے مسلم حکمرانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کے خلاف خروج کی دعوت دیتے ہیں۔ امریکی دباؤ کے زیر اثر 2003ء میں پاکستان میں اس تنظیم پر پابندی لگا دی گئی۔ اگست 2007ء میں حزب التحریر نے انڈونیشیا کے شہر جکارتہ میں ایک بین الاقوامی کانفرنس بلائی جس میں ساٹھ ہزار کے قریب مذہبی علماء اور کارکنوں نے شرکت کی۔ اکتوبر 2009 میں بنگلہ دیش میں بھی اس جماعت پر پابندی عائد کر دی گئی۔ (ویکی پیڈیا سے کچھ ترمیم کے ساتھ ماخوذ) (توحید خالص ڈاٹ کام)

کیوں نہ ہوں۔ چناچہ ان اسلامی جماعتوں کے بارے میں تحقیق یا جواب کہ جن کے بارے میں یہ مفروضہ ہے کہ یہ اللہ تعالی کے لیے مخلص اور امت کی خیر خواہ ہیں جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ:

”الدِّينُ النَّصِيحَةُ“[2]

(دین تو خیر خواہی کا نام ہے)۔

اگر ان احزاب کی دعوت کتاب وسنت اور منہج سلف صالحین کے مطابق نہیں تو ان کی دعوتوں کا نتیجہ سوائے خسارے کے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ بات یہ ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾(العنکبوت:69)

(جو ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں تو ہم ضرور انہیں اپنی راہوں کی جانب ہدایت فرماتے ہیں)

پس جس کی جدوجہد اللہ تعالی کے لیے، اس کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور منہج سلف صالحین کے مطابق ہو تو ایسوں پر اللہ تعالی کا یہ فرمان صادق آتا ہے:

---

[2] صحیح: البخاری فی الایمان (166/1 فتح) معلقاً باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "الدین النصیحۃ"، ومسلم فی الایمان (95/55)، وابوداود فی الادب (24944)۔

﴿اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ یَنۡصُرۡكُمۡ﴾(محمد:7)

(اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا)

میں یہ عظیم اصول ایک بار پھر آپ کے گوش گزار کرنا چاہوں گا کہ جس پر ہر جماعت کی دعوت کو قائم ہونا ضروری ہے: کتاب وسنت اور منہج سلف صالحین۔ جب معاملہ ایسا ہے تو میں اس معرفت کی روشنی میں جو مجھے آج اسلامی دنیا میں موجود تمام جماعتوں اور احزاب کے بارے میں ہے وہ سب کی سب سوائے ایک جماعت کے جسے میں ایک حزب نہیں بلکہ جماعت کہوں گا کیونکہ وہ حزبیت اور انتشار کا شکار نہیں ہوتے اور سوائے مذکورہ بالا اصول کے کسی اور چیز کے لیے تعصب نہیں کرتے اور وہ اصول ہے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور منہج سلف صالحین۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس ایک جماعت کے علاوہ کوئی بھی اس اصول کی جانب دعوت نہیں دیتی جسے میں نے ابھی واضح کیا اور کئی بار پہلے بھی اسے دوہراتا رہا ہوں۔ وہ فقط قرآن وسنت کی طرف ہی دعوت دیتے ہیں وہ ہماری طرح اس میں تیسری ضروری بات یعنی منہج سلف صالحین کا اضافہ نہیں کرتے۔

اس صورتحال میں آپ کے سامنے اس تیسری قید یعنی منہج سلف صالحین کی اہمیت واضح ہوگی، نبی اکرم ﷺ سے منقول کتاب وسنت اور اسلامی جماعتوں بلکہ فرقوں کی موجودہ حالت کے لحاظ سے۔ اس دن سے لے کر جب پہلے پہل اسلامی جماعتوں میں اختلافات نے سب سے پہلے اپنی گردن اٹھائی یا سینگ ظاہر کیے یعنی جب خوارج نے امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی

طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا اور اس الجعد (بن درہم) والے دن سے جو معتزلہ والی دعوت دیتا تھا، اور جو اس کے بعد آئے انہوں نے اعتزال میں اس کی تقلید کی، اور اس کے علاوہ جو قدیم فرقے ہیں جن کے نام معروف ہیں اور جنہوں نے آج نت نئے نام رکھ لیے ہیں۔ یہ سارے فرقے خواہ قدیم ہوں یا جدید ان میں سے کوئی فرقہ یہ اعلان نہیں کرتا کہ ہم قرآن وسنت پر نہیں ہیں۔ یہ تمام فرقے اپنی اختلافات کے باوجود چاہے وہ اصول وعقائد میں ہوں یا احکام وفروعات میں، یہ اپنے دین میں تفرقہ مچانے والے سب کے سب یہی کہتے ہیں جو ہم کہتے ہیں کہ ہم کتاب وسنت پر ہیں۔ لیکن ہم سے وہ اس چیز میں الگ ہو جاتے ہیں جو ہماری دعوت کا اتمام ہے وہ یہ نہیں کہتے یعنی منہج سلف صالحین۔

وہ کیا چیز ہے جو ان فرقوں کے مابین فیصلہ کن ہو جبکہ حالت یہ ہے کہ یہ سب کم از کم زبان یا دعوت کی حد تک اپنے کو کتاب وسنت کی جانب دعوت دینے والا کہتے ہیں۔ جب سب ایک ہی بات کر رہے ہیں تو آخر ان کے درمیان فیصلہ کن بات کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: منہج سلف صالحین۔ یہاں بعض لوگوں کی طرف سے یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے جیسا کہ عصر حاضر میں کہا جاتا ہے کہ کتاب وسنت پر یہ تیسرا ضمیمہ کہ "منہج سلف صالحین کے مطابق" آپ کہاں سے اٹھا لائے ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ ہم اسے کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جس پر وہ آئمہ سلف چلتے آئے ہیں کہ جن کے بارے میں آج کہا جاتا ہے کہ ان کی جمہور اہل

سنت والجماعت پیروی کرتے ہیں کی جانب سے لے کر آئے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالی کا فرمان پیش کرتے ہیں:

﴿وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ‌ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا﴾(النساء:115)

(جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے، اور وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے)

پس آپ اس آیت میں اللہ تعالی کا یہ فرمان ﴿وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ سنتے ہیں، یہ جملہ اللہ تعالی کے اس فرمان ﴿وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ﴾ پر عطف ہے۔ اگر اللہ تعالی ﴿وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ذکر نہیں فرماتے اور آیت کچھ اس طرح سے ہوتی کہ (ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین لہ الھدی نولہ ماتولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا) اگر آیت کریمہ میں اس جملۂ طیبہ کا اضافہ نہ ہوتا ﴿وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ تو بھی ان قدیم اور جدید دعوتوں کے مطابق اس میں کوئی کمی نہ ہوتی کیونکہ وہ تو کہتے ہیں ہم بس کتاب وسنت پر ہی ہیں۔ اس مقولہ کہ "کتاب وسنت کی اتباع" کی تحقیق

واجب ہے، اولاً اس کی شامل وکامل تحقیق اور ثانیاً عملی تطبیق کے اعتبار سے۔ مثلاً اللہ تعالی کا یہ فرمان جو علماء مسلمین کے یہاں معروف ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ (النساء:59)

(اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول اللہ ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں (حکمرانوں/علماء) کی۔ پھر اگر کسی چیز پر اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول اللہ ﷺ کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے)

عالم اسلام میں سے تمام مقلدین کو اگر اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ یعنی کتاب اللہ اور سنت نبوی کی جانب بلایا جائے تو وہ کیا کہیں گے؟

جواب: وہ کہیں گے نہیں ہم تو فلاں مذہب کی اتباع کرتے ہیں۔ یہ کہے گا میرا مذہب حنفی ہے اور وہ کہے گا شافعی اور آخر تک جو مذاہب ہیں۔ کیا جنہوں نے کتاب وسنت کی اتباع کے مقام پر اپنے آئمہ کی تقلید کو رکھا ہے انہوں نے اس آیت کریمہ کی تطبیق کی جو میں نے آخر میں بیان کی ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾؟

جواب: انہوں نے ایسی کوئی چیز نہیں کی اور ان کا یہ کہنا کہ ہم کتاب وسنت پر ہیں کوئی فائدہ مند نہیں کیونکہ انہوں نے عملی طور پر کتاب وسنت کی تطبیق نہیں کی۔ اس مثال کے ذریعہ میں پہلے موضوع کو قریب لانا چاہتا تھا کیونکہ اس مثال سے تو مقلد مراد تھے، جبکہ پہلی والی بحث میں میری مراد وہ اسلامی داعیان تھے جن کے بارے میں ہمارا یہ مفروضہ ہے کہ وہ مقلدین نہیں ہوں گے کہ جو اپنے غیر معصوم آئمہ کے اقوال کو اللہ تعالی اور اس کے معصوم رسول ﷺ کے اقوال پر فوقیت دیتے ہیں۔ اگر بات ایسی ہی ہے تو پھر معاملے پھر کر عقیدے کی طرف چلا جاتا ہے۔ پس عقیدہ کتاب وسنت اور جس چیز پر سلف صالحین تھے سے ماخوذ کیا جاتا ہے، کیونکہ اس آیت میں یہی سلف صالحین مراد ہیں: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اللہ تعالی نے یہ جملہ آیت کے بیچ میں عبث وبے کار ذکر نہیں فرمایا بلکہ اصلاًان کے آپس میں ربط کی تاکید فرمانے اور ایک قاعدہ قائم کرنے کو ذکر فرمایا۔ اور وہ قاعدہ ہے: ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کے فہم کے لیے محض اپنی زمانے کے اعتبار سے متأخر اور فہم کے اعتبار سے پست عقلوں پر بھروسہ کریں۔ بلکہ مسلمان بنیادی طور پر اور قاعدہ کے اعتبار سے کتاب وسنت کے متبعین تب ہوں گے جب وہ کتاب وسنت پر منہج سلف صالحین کے مطابق کا اضافہ کریں گے۔ کیونکہ یہ آیت جس طرح سے اس واضح نص پر مشتمل ہے کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور خلاف ورزی نہ کریں اسی طرح سے اس نص پر بھی مشتمل ہے کہ سبیل المؤمنین (مومنوں کی راہ) کی مخالفت نہ کریں اور ان کی راہ کے علاوہ کسی راہ کی پیروی نہ کریں۔ معنی اس کا یہ ہوا کہ اس آیت میں مذکور دونوں قیدوں پہلی اور دوسری سے یہ

بات لازم آتی ہے کہ ہم پر اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرنا اور ان کی مخالفت کو ترک کرنا واجب ہے اسی طرح سے سبیل المؤمنین کی اتباع کرنا اور ان کی عدم مخالفت واجب ہے۔

یہاں سے ہم کہتے ہیں کہ ہر اسلامی حزب یا جماعت کو چاہیے کہ وہ اپنی اصل بنیاد کو درست کرے یعنی کتاب وسنت اور فہم سلف صالحین پر اعتماد کریں۔ سلفی منہج کی اس قید کے مطابق فکری طور پر حزب التحریر یا اخوان المسلمین اور ان جیسی دیگر جماعتوں نے اپنی بنیاد نہیں رکھی۔ ہماری یہاں جماعتوں سے مراد اسلامی احزاب (پارٹیاں) ہیں پر، البتہ جو کھلم کھلا اس اسلام کے خلاف جنگ کا اعلان کرتی ہیں جیسے بعثی[3] یا کمیونسٹ سیکولر پارٹیاں تو فی الحال ان کے متعلق ہم بات نہیں کر رہے۔

پس شاہد یہ ہے کہ اس تیسرے اصول یعنی سبیل المؤمنین کی اتباع پر حزب التحریر نے اپنی بنیاد نہیں رکھی اور نہ ہی دیگر احزاب نے۔ جب امر واقع اس طرح ہے تو پھر ہم مسلمان مرد اور عورت کو یہ جاننا چاہیے کہ جو لکیر سرے سے ہی صراط مستقیم سیدھی لکیر سے ہٹ کر کھینچی گئی ہو تو وہ جتنا آگے چلتی جائے گی اتنا ہی اس صراط مستقیم سے دور ہوتی جائے گی جس کا ذکر رب العالمین نے قرآن کریم میں فرمایا:

---

[3] عراق کی عربی سوشلسٹ پارٹی، صدام حسین کا تعلق بھی اسی پارٹی سے تھا۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾(الانعام:153)

(اور یہ کہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو، دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی)

یہ آیت صریح الدلالت اور قطعی الدلالت ہے اور واجب ہے جیسا کہ دیگر احزاب سے ہٹ کر حزب التحریر اپنی دعوت، اپنے رسائل اور تقاریر میں کہتی ہے[4]۔ کیونکہ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالی تک پہنچنے والی راہ صرف ایک ہی ہے۔ اور جو دوسری راہیں ہیں وہ مسلمانوں کو اللہ تعالی کی راہ سے دور لے جانے والی ہیں۔﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾

اور رسول اللہ ﷺ کی سنت نے اس کی مزید توضیح وبیان فرمایا جیسا کہ ہمیشہ سنت نبوی ایسا کرتی ہے، کیونکہ اللہ تعالی کا قرآن کریم میں اپنے نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرمان ہے:

[4] اس کا کچھ تفصیلی ذکر آگے چل کر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں آئے گا۔ حزب التحریر کی اردو ویب سائٹ میں ان کے منہج ومنشور سے متعلق کتب میں آپ کو یہی اصطلاحات جابجا ملیں گی۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾

(النحل:44)

(یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں، شاید کہ وہ غور وفکر کریں)

پس سنت نبوی قرآن حکیم کا کامل بیان ہے اور قرآن مجید اصل اصول اور اسلام کا دستور ہے۔ جبکہ سنت اس قرآن پاک کو بیان کرنے والی اور اس کی تفصیل کرنے والی ہے۔ میں بلامشابہت محض سمجھانے کے لیے بیان کرتا ہوں کہ جیسا کہ ہمارے دنیاوی نظام ودستور ہوتے ہیں پھر ان قوانین کی تشریح ہوتی ہے اسی طرح قرآن کریم ایک دستور ہے اور سنت اس کے قوانین کا تشریحی بیان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مسلمانوں میں یہ بات متفق علیہ ہے کہ قرآن کریم کا فہم رسول اللہ ﷺ کے بیان کے بغیر ناممکن ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ اس پر سب کا اجماع ہے۔ لیکن جس چیز میں مسلمانوں میں اختلاف تھا پھر ان کے بعد ان کے آثار بھی اختلاف کرتے چلے آئے ہیں وہ یہ کہ تمام قدیم فرقوں نے اس تیسرے اصول کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا یعنی اتباع سلف صالحین۔ لہذا اس طور پر انہوں نے آیت کریمہ کی مخالفت کی جو میں نے ابھی کئی بار تلاوت کی۔ پھر اس کے بعد سبیل اللہ (اللہ کی راہ) کی مخالفت کی کیونکہ اللہ تعالی کی راہ تو ایک ہے جس کا ذکر سابقہ آیت میں ہوا ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ میں نے کہا تھا کہ نبی کریم

ﷺ نے اس آیت کا مزید بیان اور وضاحت فرمائی ہے کہ آپ کے ایک جلیل القدر صحابی جو فقہ میں بہت مشہور ہیں یعنی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"خطالنا رسول اللہ ﷺ یوما خطا مستقیما علی الارض ثم خطط حول ھذا الخط خطوطا قصیرۃ ثم مد اصبعہ الکریمۃ علی الخط المستقیم وقرا ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾"[5]

(ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک روز زمین پر ایک سیدھی لکیر کھینچی، پھر اس کے ارد گرد کچھ چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچی پھر اپنی انگشت مبارک اس سیدھی لکیر پر رکھ کر یہ آیت تلاوت فرمائی: (اور یہ کہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو، دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی) پھر آپ ﷺ نے فرمایا جبکہ آپ ﷺ اپنی انگلی مبارک کو اس خط مستقیم (سیدھی لکیر) پر پھیر رہے تھے: یہ اللہ کی راہ ہے۔ پھر ان چھوٹی چھوٹی لکیروں کی جانب اشارہ فرمایا جو اس خط مستقیم کے ارد گرد کھینچی گئی تھیں کہ: اور یہ

---

5 صحیح: احمد (397/3) وابن ماجہ فی المقدمۃ (11)، والدارمی فی المقدمۃ (202)، وصحہ الالبانی فی صحیح ابن ماجہ (11)۔ سنن دارمی 202 کے الفاظ ہیں: "خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا خَطًّا، ثُمَّ قَالَ: هَذَا سَبِيلُ اللهِ، ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: هَذِهِ سُبُلٌ عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ، ثُمَّ تَلَا: ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾" (توحید خالص ڈاٹ کام)

مختلف راہیں جن میں سے ہر راہ کے اوپر ایک شیطان بیٹھا اپنی طرف لوگوں کو دعوت رہا ہے)۔

اور اس حدیث کی مزید تفسیر ایک اور حدیث کرتی ہے۔ مندرجہ بالا حدیث اور یہ حدیث آیت سبیل المؤمنین کی وضاحت شمار ہوتی ہیں۔ یہ حدیث جسے اہل سنن جیسے ابو داود اور ترمذی اور ان جیسے دوسرے آئمہ حدیث نے صحابہ کی ایک جماعت مثل سیدنا ابوہریرہ، معاویہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مختلف طرق کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"افْتَرَقَتْ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَافْتَرَقَتْ النَّصَارَى عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَسَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلا وَاحِدَةً۔ قَالُوا: مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"[6]

(یہود تفرقہ کرکے اکہتر (71) فرقوں میں بٹ گئے اور نصاری تفرقہ کرکے بہتر (72) فرقوں میں بٹ گئے، اور میری بھی یہ امت عنقریب تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی جو سب کے سب جہنم جائیں گے سوائے ایک کے۔ پوچھا کہ: وہ کونسی جماعت ہوگی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا: وہ وہ جماعت ہوگی جو اس چیز پر ہوگی جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں)

---

[6] حسن: ابو داود فی السنۃ (4569)، عن ابی ھریرۃ، والترمذی فی الایمان (2641)، عن عبداللہ بن عمرو، وقال الترمذی: "ھذا حدیث مفسر غریب لانعرفہ الا من ھذا الوجہ" وحسنہ الالبانی فی صحیح سنن الترمذی (2129)۔

یہ حدیث ہمارے لیے آیت میں مذکور سبیل المؤمنین (مومنوں کی راہ) کی وضاحت کرتی ہے۔اوراس سے مراد کونسے مومنین ہیں؟

اس سے مراد وہی ہیں جن کا ذکرامت کے تفرقے والی حدیث میں ہوا کہ جب آپ ﷺ سے فرقۂ ناجیہ (نجات پانے والے فرقے) سے متعلق پوچھا گیا کہ اس کا منہج، صفات اور نقطۂ نظر کیا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "مَا أَنَا عَلَيْهُ وَأَصْحَابِي" (جس چیز پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں)۔ یہاں میں ایک تنبیہ کرنا چاہوں گا کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کا جواب اللہ تعالی کی طرف سے وحی تو نہیں تھا مگر اس وحی کو سمجھانے کا طریقہ اور آیت کریمہ میں مذکور سبیل المؤمنین کی تفسیر کرنا مقصود تھا۔ بلکہ ابھی جو میں نے بار بار بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا اور سبیل المؤمنین کا بھی، اسی طرح سے آپ ﷺ نے فرقۂ ناجیہ کی علامت یہ بتائی کہ وہ میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگا۔ پس جیسا کہ ہم پاتے ہیں کہ آیت نے محض رسول اللہ ﷺ کے ذکر پر اکتفاء نہیں کیا اسی طرح سے اس حدیث نے بھی محض رسول اللہ ﷺ کے ذکر پر ہی اکتفاء نہیں کیا، بلکہ آیت نے ساتھ میں سبیل المؤمنین کا ذکر کیا اسی طرح سے حدیث نے بھی اصحاب رسول ﷺ کا ذکر کیا۔ لہذا یہ حدیث قرآن کریم کے ساتھ مل گئی اور موافق ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّتِي"[7]

---

[7] الحاکم فی المستدرک (172/1)، و(319) ط دار الکتب العلمیۃ تحقیق مصطفی عبدالقادر عطا، وصححہ الالبانی فی صحیح الجامع الصغیر (2937)۔

(میں تمہارے درمیان دو باتیں چھوڑے جارہاہوں اگر تم انہیں تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے: کتاب اللہ اور میری سنت)۔

اور سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے[8]۔ مگر صد افسوس ہے کہ اس سے تمام اسلامی جماعتیں غافل ہیں خصوصاً حزب التحریر کہ جو دوسرے فرقوں سے اس طور پر ممتاز ہے کہ وہ انسانی عقل کو جو اسلام نے حیثیت دی ہے اس سے بڑھ کر وزن دیتے ہیں۔ ہمیں یہ یقینی

---

[8] اس حدیث کی جانب اشارہ ہے ”وَعَظَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ، وَالسَّمْعِ، وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ“ (صحیح ترمذی 2676) (رسول اللہ (ﷺ) نے ہمیں دوپہر کی نماز کے بعد ایک بلیغ قسم کا وعظ فرمایا جس سے آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور دل دہل گئے، پس ایک شخص نے کہا لگتا ہے کہ گویا یہ کسی الوداع کہنے والے کا وعظ ہے تو اے اللہ کے رسول (ﷺ) آپ ہم سے کیا عہد لیتے ہیں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور (حکومت کی بات) سننے اور اطاعت کرنے کی اگرچہ (تمہارا حاکم) کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ میرے بعد تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا۔ اور (دین میں) نئے نئے کاموں سے بچو کیونکہ یہ گمراہی ہیں۔ تم میں سے جو کوئی ایسے حالات پالے تو اسے چاہیے کہ وہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑے اور اسے اپنے جبڑوں کے ساتھ مضبوطی سے تھام لے) (توحید خالص ڈاٹ کام)۔

علم ہے کہ جب اللہ تعالی انسانوں سے مخاطب ہوتا ہے تو وہ عقل مندوں سے مخاطب ہوتا ہے، علم رکھنے والوں سے مخاطب ہوتا اور ان سے مخاطب ہوتا ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ میں ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ انسانی عقلیں مختلف ہوا کرتی ہیں۔ لہذا عقل کی بھی دو اقسام ہیں۔ ایک مسلمان کی عقل اور ایک کافر کی عقل۔ اب جو کافر کی عقل ہے یہ دراصل عقل نہیں ہو سکتی، بلکہ ذہانت و ہوشیاری ہو گی، لیکن وہ عقل نہیں ہو گی، کیونکہ اصلاً عربی لغت میں عقل وہ ہوتی ہے کہ عقل مند شخص اپنے ہوش میں رہتا ہے اور اپنے آپ کو پابند رکھتا ہے کہ کہیں دائیں بائیں ڈگمگا نہ جائے۔ اور ایک عقل مند انسان کے لیے دائیں بائیں ڈگمگانے سے بچنا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی نے کافروں اور مشرکوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی کی باتیں اور ذہانت سب جانتے ہیں:

﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾
(الروم:7)

(وہ تو (صرف) دنیاوی زندگی کے ظاہر کو (ہی) جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل ہی بے خبر ہیں)

ان دنیاوی امور کو جاننے کے باوجود وہ عقل مندوں میں شمار نہیں ہوں گے، اللہ تعالی نے خود ان کا قول نقل فرمایا کہ وہ کہیں گے:

﴿وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾(الملک:10)

(اور وہ (جہنمی) کہیں گے اگر ہم سنتے اور عقل رکھتے ہوتے تو ہم جہنمی نہ ہوتے)

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ عقل دو قسم کی ہوتی ہے:

1- عقلِ حقیقی

2- عقلِ مجازی

عقلِ حقیقی: یہ ایک مسلمان کی عقل ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاتا ہے۔

عقلِ مجازی: یہ کفار کی عقل ہے کیونکہ انہی سے متعلق اللہ تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا جیسا کہ ابھی آپ نے سنا:

﴿وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾(الملک:10)

(اور وہ (جہنمی) کہیں گے اگر ہم سنتے اور عقل رکھتے ہوتے تو ہم جہنمی نہ ہوتے)

اور اللہ تعالی نے سورۃ الاعراف میں کفار سے متعلق فرمایا:

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيراً مِّنَ الْجِنِّ وَالإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لاَّ يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لاَّ يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لاَّ يَسْمَعُونَ بِهَا أُوْلَئِكَ كَالأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُوْلَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾(الاعراف:179)

(اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں، جن کے دل ایسے ہیں جن سے یہ سمجھتے نہیں اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے یہ دیکھتے نہیں اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے یہ سنتے نہیں۔ یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں)

آپ نے ملاحظہ کیا ان کے دل ہیں مگر وہ اس سے سوچتے نہیں اور اس کے ذریعہ حق بات کو سمجھتے نہیں۔ اب جب ہم نے اس حقیقت کو جان لیا ہے اور یہ ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کسی دو فریق کو اختلاف ہو کیونکہ یہ بالکل واضح اور صریح انداز میں قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ مگر میں مندرجہ بالا حقیقت کے نتیجے میں ظاہر ہونے والی ایک اور حقیقت کی طرف رسائی حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ جو فی الوقت نقطۂ بحث ہے: اگر کافر کی عقل حقیقی عقل نہیں تو پھر مسلمان کی عقل بھی مزید دو اقسام میں تقسیم ہوتی ہے:

1-ایک عالم کی عقل

2-ایک جاہل کی عقل

ایک جاہل مسلمان کی عقل ایک مسلمان عالم کی عقل کے فہم و ادراک کے اعتبار سے ہرگز بھی برابر نہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ﴾(العنکبوت: 43)

(ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان فرمارہے ہیں (مگر در حقیقت) انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں)

اور اسی سبب سے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾(النحل: 43، الانبیاء: 7)

(پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو)

اسی لئے کسی سچے مسلمان کے لئے جو واقعی اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے یہ قطعاً جائز نہیں کہ وہ اپنی عقل کو (نقل (وحی) کے اوپر) فیصل وحاکم بنائے بلکہ اس پر یہ واجب ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کے لیے اپنی عقل کو حاضر رکھے۔

یہاں ایک نکتہ ہے جو ہم حزب التحریر کی دعوت کے تعلق سے بیان کریں گے کہ وہ طریق الایمان (ایمان کے راستے) میں کس طرح معتزلہ سے متاثر ہے، طریق الایمان دراصل ان کی بعض کتب کا عنوان بھی ہے جو کہ ان کے لیڈر تقی الدین النبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہیں، جن سے میں ایک سے زیادہ بار مل چکا ہوں اور میں انہیں بھی اور حزب التحریر کے منہج کو بھی بہترین ممکنہ معلومات کے اعتبار سے جانتا ہوں۔ لہذا میں مکمل علم وبصیرت ہی سے کچھ بیان کروں گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ انہوں نے عقل کو اس کے حقیقی مقام سے بڑھ کر امتیازی مقام دیا۔ یہ کہنے سے میری مراد عقل کی اہمیت کا انکار نہیں جیسا کہ ہم پہلے ہی یہ بیان کر چکے ہیں۔ مگر عقل کا یہ مقام نہیں کہ وہ قرآن وسنت پر حاکم وفیصل بنے بلکہ اس کا یہ مقام ہے کہ وہ قرآن وسنت کے آگے مکمل تابعدار بنے۔ قدیم معتزلہ اسی نقطے پر گمراہ ہوئے جس کی بناپر انہوں نے بہت سے شرعی حقائق کا انکار کیا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی عقل کو قرآن وسنت کے نصوص پر حاکم بنایا، نتیجتاً انہوں نے ان کی تحریفیں، ردوبدل اور تبدیلیاں کیں۔ بلکہ علماء سلف کی اصطلاح کے مطابق: "عطلوا نصوص الكتاب والسنة" (انہوں نے نصوصِ کتاب وسنت کو معطل کر چھوڑا)۔

حاکم اللہ تعالی اور اس کا رسول ﷺ ہیں نہ کہ انسانوں کی عقل کیونکہ جیسا کہ ہم نے کہا ایک مسلم اور کافر کی عقل کے مابین ایک عظیم تفاوت ہے بلکہ خود ایک مسلمان عالم وجاہل کی عقل میں تفاوت ہے۔ چناچہ ایک مسلمان عالم کا فہم ایک جاہل مسلمان کے فہم کے برابر نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿...وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ﴾ (العنکبوت: 43)

(...انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں)

اسے باتکرار بیان کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اس قسم کا موضوع لاکھوں مسلمانوں کے سماعت میں بہت کم ہی آتا ہے، لاکھوں مسلمان مردوں کا یہ حال ہے تو عورتوں کا کیا حال

ہو گا۔ لہذا میں ان نکات اوران دلائل کو بار بار دہرانے پر مجبور ہوں، اور انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علماء کون ہیں؟ کیا یہ جو کافر (دنیاوی) علم رکھنے والے ہیں یہ علماء ہیں، ہر گز نہیں کیونکہ یہ تو کسی گنتی ہی میں نہیں آتے جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ یہ عقلاء (عقل مند و فہیم) نہیں، بلکہ یہ ذہین یا ہوشیار (ہنر مند) ہو سکتے ہیں جیسا کہ انہوں نے بہت سی چیزیں اس دنیا میں ایجاد کیں اور اس جدید دور میں جوان کی ترقی و ٹیکنالوجی وغیرہ ہے سب کے علم میں ہے۔ اسی طرح سے مسلمانوں کی عقل ہے جو تمام مسلمانوں میں مساوی نہیں۔ ایک مسلمان عالم کی عقل اور جاہل کی برابر نہیں۔ بلکہ میں ایک اور چیز کہوں گا کہ ایک مسلمان عالم باعمل اور ایک عالم بے عمل بھی مطلق برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی لیے معتزلہ بہت سے شرعی اصولوں میں قرآن و سنت اور منہج سلف سے بھٹک گئے۔ یہ حزب التحریر سے متعلق وہ پہلا نکتہ تھا کہ وہ عقل پر اس کی اصل حیثیت سے بڑھ کر اعتماد کرتے ہیں۔

دوسرا نکتہ جو میرے خیال میں پہلے نکتے ہی سے متفرع ہوتا ہے کہ انہوں نے کتاب و سنت کے نصوص کو روایت و دلالت کے اعتبار سے دو اقسام میں تقسیم کر دیا ہے۔

جہاں تک روایت کا تعلق تو کہتے ہیں کہ روایت یا تو قطعی الثبوت ہو گی یا ظنی الثبوت ہو گی۔ اسی طرح دلالت کے متعلق بھی کہتے ہیں کہ وہ یا تو قطعی الدلالت ہو گی یا ظنی۔ ہم ان کی اس

اصطلاح پر مناقشہ نہیں کریں گے کیونکہ اصطلاحوں کا معاملہ جیسا کہ کہا جاتا ہے: "لكل قوم ان يصطلحوا على ما شاؤوا" (ہر قوم کی مرضی ہے کہ وہ جو چاہیں اصطلاح استعمال کریں) لیکن ہم صرف اس بات پر کسی سے مناقشہ کرتے ہیں اگر ان کی یہ اصطلاح پہلے کے مسلمان (یعنی سلف) جس منہج پر تھے اس سے مفارقت و مخالفت کا سبب بنے۔ یہاں سے آپ پر سبیل المؤمنین کی اہمیت واضح ہو گی کیونکہ یہ ایک شرط یا قید ہے کہ جو کسی جاہل مسلمان تو کیا بلکہ ایک عالم کو محفوظ رکھتی ہے کہ وہ کتاب وسنت کی نص کی جانب رجوع کے بارے میں اس قسم کی اصطلاحات کی جانب التفات کرے۔اس اصطلاح ظنی و قطعی کو وہ روایت اور درایت دونوں پر لاگو کرتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ: اگر کوئی نص قرآن کریم میں وارد ہو جو کہ بلاشبہ ان کی اصطلاح کے مطابق قطعی الثبوت ہے، لیکن اگر یہ قطعی الدلالت نہ ہو تو ایک مسلمان پر واجب نہیں کہ وہ اس کے اندر موجود معنی کو لے۔ کیونکہ یہ تو ظنی الدلالت ہے لہذا اس کے لیے جائز نہیں کہ ایسی قطعی الثبوت مگر ظنی الدلالت نص پر اپنے عقیدے کی بنیاد رکھے۔ اسی طرح سے اس کے بالکل برعکس اگر کوئی قطعی الدلالت نص آئے مگر وہ قطعی الثبوت نہ ہو تو وہ اس سے عقیدہ اخذ نہیں کرتے۔ یہیں سے وہ یہ عقیدہ لائے کہ جسے سلف اس معمولی ترمیم کے ساتھ جانتے نہ تھے حالانکہ یہ ترمیم بھی محض شکلی ہے اصل تو ایک ہی ہے، وہ یہ کہ اگر ہم ان کے اس قاعدے کو مان لیں تو ثابت ہو گا کہ یہ لوگ اپنے عقیدے تک میں مضطرب ہیں، کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ عقیدہ سوائے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلیل کے ثابت نہیں ہو سکتا۔ پس اس پر انہوں نے اپنا یہ عقیدہ قائم کیا کہ اگر کوئی روایت کے اعتبار سے صحیح حدیث آجائے اور وہ قطعی الدلالت بھی ہو پھر بھی اس سے

عقیدہ نہیں لیا جاسکتا۔ ہم نے جو مناقشہ یا جدال ان کے ساتھ کیا اس میں ان سے کہا کہ آخر تم یہ قاعدہ کہاں سے اٹھالائے ہو کیونکہ خود اس قاعدے کے تحت ایک عقیدہ موجود ہے، تو یہ عقیدہ تم کہاں سے لائے ہو؟ آخر اس بات پر کیا دلیل ہے کہ ایک مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ صحیح حدیث کے مطابق عقیدہ اس وقت تک نہ بنائے جب تک وہ اس تواتر کی حد کہ جو قطعی ہونے کا فائدہ دیتی ہے کو نہ پہنچے لیکن بھلے وہ قطعی الدلالت ہو تو ہو، تم یہ قاعدہ یا عقیدہ کہاں سے لائے ہو؟ پس یہاں اس کے جواب میں وہ لاچار ہو جائیں گے اور بہت طویل کھوج کے بعد اللہ تعالی کے اس قسم کے فرمان سے استدلال کی کوشش کریں گے کہ:

﴿اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ‌ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغۡنِىۡ مِنَ الۡحَـقِّ شَيۡـئًا﴾(النجم:28)

(وہ صرف اپنے ظن (گمان) کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بیشک ظن حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا)

اب اس بحث پر مزید بات کرنے سے ہم اپنے موضوع یعنی حزب التحریر کے متعلق جو ہم جانتے ہیں سے باہر ہو جائیں گے ۔ کیونکہ اس قاعدے پر مناقشہ کرنا اور جو کچھ اس پر اعتراضات ہیں ان کا بیان کرنا اور یہ کہ یہ قاعدہ ایک سراب سے زیادہ کچھ نہیں کہ جسے دور سے کوئی دلیل کا پیاسا پانی سمجھتا ہے، پر بات کرنا ہمیں فی الحال اصل موضوع سے دور لے جائے گا۔ لہذا ہم اس بارے میں اسی بات پر اکتفاء کریں گے کہ بتاؤ تم کہاں سے یہ قاعدہ لے کر آئے ہو کہ ایک مسلمان کسی صحیح حدیث کے مطابق اپنا عقیدہ نہیں بنا سکتا جب تک وہ

تمہارے من گھڑت فلسفے کے مطابق قطعی الثبوت نہ ہو خواہ وہ قطعی الدلالت ہی کیوں نہ ہو، یہ تم کہاں سے لائے ہو؟

اس بات پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں نہ کتاب اللہ سے نہ سنت سے اور نہ ہی سلف سے۔ بلکہ جس منہج پر سلف تھے وہ تو بالکل اس کے قاعدے کے مخالف تھا جسے بعض خلف نے ایجاد کیا جیسے قدیم معتزلہ اور آج کم از کم اس عقیدے کی حد تک ان کے متعبین یعنی حزب التحریر۔ میں ابھی ایک بات کرتا ہوں اور شاید ہم جلدی سے اس پر سے گزریں تاکہ کلام میں متابعت باقی رکھ سکیں۔ وہ یہ کہ ہم سب جانتے ہیں کہ جب اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو بشیر ونذیر بنا کر ارسال فرمایا اور ان سے فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭوَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (المائدۃ: 67)

(اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچا لے گا)

آپ ﷺ کی اپنی رسالت کی تبلیغ کبھی تو لوگوں کو ذاتی طور پر ہوتی کہ آپ ﷺ ان کے بیٹھکوں اور اجتماعات میں حاضر ہو کر براہ راست مخاطب ہوتے۔ اور کبھی کسی نمائندے کو اپنی

طرف سے مشرکین کی دعوت پر مامور کرتے ہوئے بھیجتے کہ وہ اس نبی کریم ﷺ کی اتباع کریں۔اور کبھی خطوط ارسال فرماتے جیسا کہ سیرت سے یہ باتیں معلوم ومعروف ہیں کہ آپ ﷺ نے روم کے بادشاہ ہرقل، فارس کے بادشاہ اور مقوقس وغیرہ کی جانب خطوط ارسال فرمائے۔ جیسا کہ کتب سیرت میں سب تشریح کے ساتھ موجود ہے۔اسی سلسلے میں آپ ﷺ نے یمن کی جانب سیدنا معاذ بن جبل،ابوموسی اشعری اور علی بن ابی طالب جبکہ روم کی جانب دحیہ کلبی رضی اللہ عنہم وغیرہ کو بھیجا۔ یہ سب اکیلے افراد تھے جو خود یا ان کی پہنچائی ہوئی خبر قطعی (یا متواتر) کے حکم میں نہیں آتیں کیونکہ یہ محض اکیلے فرد تھے،یعنی سیدنا معاذ کسی جگہ پر تھے تو ابوموسی کسی دوسری جگہ اسی طرح علی رضی اللہ عنہم کسی اور علاقے میں۔اور مکان کی طرح ان کا زمان بھی مختلف رہا ہوگا۔اور صحیح بخاری ومسلم میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث مروی ہے کہ:

"فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللهُ"[9]

(جب نبی کریم ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب بھیجا تو فرمایا: وہ چیز جس کی طرف تم سب سے پہلے انہیں دعوت دو وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت ہو۔۔۔)

اور مسلمانوں میں سے کون اس بات میں شک کر سکتا ہے کہ اسلام کی اصلِ اول یعنی وہ اولین عقیدہ کے جس پر اللہ تعالی، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان منحصر ہے یہی

---

[9] متفق علیہ: البخاری فی الزکاۃ (1395)، ومسلم فی الایمان (29/19)۔

شہادت ہے۔اور یہاں سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ اکیلے ہی مشرکین کو دین اسلام پر ایمان لانے کی دعوت دینے کے لیے مبلغ وداعی بن کر جاتے ہیں۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی جانب سے ان پر حجت تمام ہو گئی ہو گی کہ جب انہوں نے انہیں اسلام کی جانب دعوت دی اور کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں شب وروز میں پانچ وقت کی نمازوں کا حکم دیتے ہیں، اور یہ نماز دو رکعات ہے، یہ تین اور وہ چار اور جتنی الحمدللہ تفصیلات آج ہمارے یہاں معروف ہیں وہ بتاتے تھے۔ اور اسی طرح سے انہیں تفصیل کے ساتھ احکامِ زکوۃ بیان فرماتے کہ سونے کے متعلق یہ ہے، چاندی کے متعلق یہ، اس کے علاوہ پھل فروٹ، سبزیوں، مال مویشی اونٹ بکریوں کے متعلق یہ ہے اور آخر تک جو تفصیلات ہیں۔ کیا حزب التحریر کے مذہب کے مطابق ان مشرکین پر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حجت تمام ہوئی کہ نہیں؟ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان کے مذہب کے مطابق ان پر حجت تمام نہیں ہوئی کیونکہ وہ تو ایک فرد ہے جن سے اس بات کا اندیشہ ہے جو کسی بھی ایک فرد سے ہو سکتا ہے یعنی جھوٹ کا، اگر ہم کہیں کہ حزب والے ایسا (یعنی جھوٹا) تو نہیں کہہ سکتے چلیں پھر بھی جب وہ یہ فلسفہ لے آئے ہیں کہ صحیح حدیث سے اسلامی عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا تو بھی کم از کم ان کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے جس کا کسی بھی فرد سے اندیشہ ہے وہ ان سے بھی ہے جیسے غلطی یا بھول کا۔

چنانچہ یمنیوں کو جب سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اسلام کی جانب دعوت دی اور بے شک آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں سب سے پہلے اسلام کے اصل عقیدے ہی کی دعوت دی تھی، تو انہوں نے ان

یمنیوں پر اللہ تعالی کی حجت قائم نہیں کی، وہ یمنی لوگ کہ جن میں بت پرست، صلیبی اور مجوس وغیرہ سب شامل تھے، حزب التحریر کے کہنے کے مطابق یا جیسا کہ عام مسلمان کہتے ہیں انہوں نے گویا کہ عقائد واحکام میں ان پر اللہ تعالی کی حجت قائم نہیں فرمائی! جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ حدیثِ آحاد[10] سے شرعی احکام تو ثابت ہوتے ہیں مگر اسلامی عقائد حدیث آحاد سے ثابت نہیں ہوتے۔ حالانکہ یہاں دیکھیں کہ اکیلے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ ہیں جو اپنی آحاد حدیث سے اسلام کے اصل عقائد واحکام، اصول وفروع بیان فرمارہے ہیں۔ پھر آخر یہ لوگ اس تفریق سے متعلق یہ تفصیل کہاں سے لے آئے! یہ تو محض نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ چھوڑے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالی نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ یہاں میں حدیث آحاد سے متعلق کلام ختم کرتا ہوں کہ جس کی وجہ سے حزب التحریر بیسیوں صحیح احادیث کو رد کردیتی ہے کہ یہ احادیث آحاد ہیں جن سے عقیدے کے مسئلے میں حجت قائم نہیں ہوسکتی۔

کسی نے ان سے یہ نکتہ بیان کیا کہ: ایک دفعہ حزب التحریر کا ایک داعی جاپان گیا اور وہاں ان کے لیے بعض دروس ارشاد فرمائے جن میں سے طریق الایمان بھی تھا اور اسی طریق میں یہ بات بھی تھی کہ احادیث آحاد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن وہاں حاضرین میں ایک عقل مند، زیرک فہم ودانا نوجوان بھی تھا۔ اس نے کہا: اے استاذ، آپ اکیلے داعی بن کر یہاں

---

10 مختصر اًتعریف: جس کا راوی طبقات میں ایک فرد ہو۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

جاپان جو سرزمینِ کفر و شرک ہے میں تشریف لائے ہیں اور انہیں اسلام کی دعوت دے رہے ہیں ساتھ میں یہ بھی فرمارہے ہیں کہ بے شک اسلام کہتا ہے کہ عقیدہ خبرِ آحاد سے ثابت نہیں ہوتا۔ اور آپ ہمیں بھی کہہ رہے ہیں کہ اسلامی عقائد میں سے یہ بھی ہے کہ ہم فردِ واحد سے عقیدہ نہ لیں، حالانکہ خود آپ یہاں اکیلے ہیں اور اسلام کی جانب دعوت دے رہے ہیں۔ لہذا خود آپ کے فلسفے کے مطابق آپ پر واجب ہے کہ الٹے قدم اپنے وطن واپس لوٹ جائیں اور اپنے جیسے بیسیوں مسلمانوں کو لے کر آئیں جو آپ جیسی بات کرتے ہوں تاکہ آپ کی خبر اس صورت میں خبرِ متواتر[11] بن سکے۔ پس وہ خطیب بھونچکا رہ گیا!! اور یہ تو ان بہت سے مثالوں میں سے ایک مثال ہے جو منہجِ سلف صالحین کی مخالفت کرنے والوں کا عبرت ناک انجام ہوا کرتا ہے۔

اور اسی طرح کی ایک اور بات یہ بھی ہے کہ جس کے بارے میں میں مسلمانوں خصوصاً طالبعلموں سے دھیان سے سننے کی امید رکھتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ صحیح البخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[11] جسے کئی لوگ روایت کریں کہ عقلاً ان کا جھوٹ یا بھول پر جمع ہونا محال ہو۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

"إِذَا تَشَهَّدَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ مِنْ أَرْبَعٍ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ"[12]

(جب تم میں سے کوئی آخری تشہد میں بیٹھے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالی کی چار چیزوں سے پناہ طلب کرے۔اور کہے: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں عذابِ جہنم سے، عذابِ قبر سے، زندگی وموت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے کے شر سے)۔

اب یہ حدیث حدیثِ آحاد میں سے ہے لیکن حزب التحریر کے فلسفے کے مطابق عجیب وغریب احادیث میں سے ہے۔ کیونکہ ایک زاویے سے تو یہ ایک شرعی حکم کو متضمن ہے اور شرعی حکم ان کے نزدیک حدیثِ آحاد سے ثابت ہوسکتا ہے لہذا اس جانب سے تو ان کے نزدیک اسے لینا واجب ہوگا کیونکہ یہ شرعی حکم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری تشہد میں اللہ تعالی کی پناہ ان چار چیزوں کے فتنوں سے پکڑا کرتے تھے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ دوسرے زاویے سے یہ حدیث عقیدے کو بھی متضمن ہے کہ قبر میں بھی فتنہ وآزمائش ہوتی ہے، اسی طرح سے دجال کا بھی فتنہ ہوگا، مگر عجوبہ یہ کہ وہ نہ عذابِ قبر کو مانتے ہیں اور نہ ہی دجالِ اکبر کے فتنے پر ایمان لاتے ہیں! وہ دجالِ اکبر کہ جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہت سے احادیث میں ذکر فرمایا، جن میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ:

---

[12] البخاری فی الاذان (832)، ومسلم فی المساجد ومواضع الصلاۃ (128/588)، اللفظ لمسلم۔

"مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ وَالسَّاعَةِ فِتْنَةٌ أَضَرَّ عَلَى أُمَّتِي مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ"[13]

(سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر تا قیام قیامت کوئی فتنہ میری امت پر دجال کے فتنے کے شر سے زیادہ ضرر رساں نہیں)۔

چنانچہ وہ اس دجال کی خبر پر ایمان نہیں لاتے کیونکہ ان کے زعم میں اس سے متعلقہ احادیث غیر متواتر ہیں، پس ہم ان سے کہتے ہیں کہ اب اس صورت میں تم مندرجہ بالا حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کیا کروگے کیونکہ ایک زاویے سے تو وہ ایک شرعی حکم کو بھی متضمن ہے۔ لہذا تمہارے لیے ضروری ہے کہ اپنی نماز کے آخری تشہد میں عذابِ قبر سے پناہ طلب کرو مگر کیا تم ایسی چیز سے پناہ طلب کررہے ہو کہ جس پر تم ایمان ہی نہیں رکھتے! یہ تو دو ایسی متضاد باتیں ہیں جو کبھی جمع نہیں ہوسکتیں۔ پس وہ لاجواب ہونے پر ان حیلوں میں سے ایک حیلہ اختیار کرلیتے ہیں کہ جس سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے اور کہتے ہیں کہ: ہم عذاب قبر کی تصدیق تو کرتے ہیں مگر اس پر ایمان نہیں لاتے! یہ ایک عجیب وغریب فلسفہ ہے، مگر اسے گھڑنے پر انہیں کس بات نے ابھارا؟ ان کے پہلے فلسفے نے کہ جس کے بعد ان باطل فلسفوں در فلسفوں کا تسلسل شروع ہوجاتا ہے کہ جو انہیں اس صراط مستقیم سے دور لے جاتے ہیں کہ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گامزن تھے۔

---

[13] صحیح: احمد (20/4)، ومسلم فی الفتن واشراط الساعۃ (2946/126)۔

اب ہم آگے چلتے ہیں کیونکہ جیسا کہ میں نے کہا کہ حزب التحریر کی بنیادی دعوت تو یہ ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام مگر اس کے ذیل میں بہت سے باتوں کے متعلق بات طوالت پکڑتی جائے گی۔ چناچہ ہم اسی کو دیکھتے ہیں کہ یہ جو اپنا مقصد وہدف بیان کررہے ہیں یہ اس میں کوئی منفرد تو نہیں تمام اسلامی جماعتوں اور تنظیموں کا یہی دعوی ونعرہ ہے اور یہیں پر آکر ان کی بات ختم ہوتی ہے کہ ہم اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں، لہذا یہ اس دعوت میں کوئی منفرد و ممتاز نہیں ہیں۔

میرے پاس ایک سوال آیا تھا اگرچہ میں دیگر سوالات کے لیے کچھ جلدی چاہتا ہوں لیکن ہوسکتا ہے کہ یہ سوال کہیں میرے سلسلۂ افکار میں مخفی نہ رہ جائے، اور میں نہیں چاہتا کہ سائلہ نامراد رہے۔

ایک روایت ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ سے فرقۂ ناجیہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''الجماعة'' (وہ ایک جماعت ہوگی)۔ یہ روایت صحیح ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے۔ لیکن یہ حدیث دیگران احادیث کا اختصار ہی ہے جو میں نے پہلے بیان کی یعنی اگر ہم اس حدیث میں وارد لفظ "الجماعة" کو لیتے ہیں تو لازم ہے کہ اس کی شرح دوسری روایت میں وارد لفظ "ما انا علیه و اصحابی"[14] (جماعت وہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں) سے کی جائے۔ سوال کرنے والی سائلہ کو گویا کہ حزب التحریر کی کتابیں پڑھنے کی وجہ سے یہ وہم ہوا

---

[14] تخریج گذر چکی ہے۔

ہے کہ "الجماعة "والی روایت "مانا علیه واصحابی" کے مخالف ہے۔ ایک سیدھا سا جواب تو یہ ہے کہ ان میں کوئی اختلاف نہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ دوسری بات یہ کہ اگر ہم بالفرض یہ مان بھی لیں کہ "مانا علیه واصحابی "الفاظ کی کسی حدیث کا اصلاً وجود ہی نہیں اور بس یہی "الجماعة "والی روایت موجود ہے، تب بھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس جماعت سے آج مراد کونسی جماعت ہے آیا وہ حزب التحریر ہے یا اخوان المسلمین یا پھر تبلیغی جماعت ؟

جواب: وكل يدعى وصلا بليلى وليلى لا تقر لهم بذالك

(ہر کوئی لیلی سے وصال کا دعویدار ہے حالانکہ خود لیلی نے تو ان میں سے کسی سے بھی وصال کا اقرار نہیں کیا)

حالانکہ جماعت تو وہ ہے جیسا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ: "الجماعة ما وافق الحق وإن كنت وحدك" (جو حق کے موافق ہوا گرچہ فرد واحد ہی کیوں نہ ہو وہی جماعت ہے)۔ جب اللہ تعالی نے انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا تو وہ سب فرد واحد ہی ہوا کرتے تھے اور وہی جماعت ہوا کرتے تھے۔ اور سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تو خصوصی ذکر ہے کہ وہ اکیلے ہی ایک امت تھے[15]۔ اب جو اس امت یعنی جماعت کی پیروی کرتا ہے تو وہ حقیقت

---

15 ﴿إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (النحل: 120) (بیشک ابراہیم اپنی ذات میں ایک پوری امت تھے، اللہ کے فرمانبردار و یکسو، اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ تھے)۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

میں اپنی ذات کے اعتبار سے اکیلا تو ہے مگر اپنی دعوت کے اعتبار سے ایک جماعت ہے۔ لہذا جس کا طریقہ وو طیرہ اس جیسا ہو گا تو وہ جماعت کہلائے گا اگرچہ وہ تنہا ہی کیوں نہ ہو۔ اب ہم دیکھتے ہیں بالفرض کہ فرقۂ ناجیہ کا وصف بیان کرنی والی حدیث "ماانا علیه واصحابی" کا مطلق کوئی وجود ہی نہیں لیکن اس کے علاوہ بھی اور دلائل ہیں جیسا کہ اس جماعت سے مراد آیت میں وارد "سبیل المومنین" ہے ، اور جماعت سے خلفائے راشدین کی جماعت ہے جیسا کہ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے۔ اب اس روایت کے تو دو مختلف الفاظ بھی نہیں (الجماعة اور ماانا علیه واصحابی کی طرح) کہ ان کے بارے میں کلام یا شک کیا جائے جیسا کہ روایت "ماانا علیه واصحابی" کی تحقیق کے بارے میں کیا جاتا ہے۔ پس جماعت سے مراد وہ سبیل المومنین ہی ہے کہ جس کا میں نے ابھی قرآن وحدیث کی روشنی میں ذکر کیا۔ لہذا ہمیں جماعت کی تعریف وتفسیر میں "ماانا علیه واصحابی" والی روایت کو مان لینے میں آخر کیا حرج ہے؟ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی تو وہ مومنین ہیں کہ جن کی مخالفت کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ پس جس آیت سے میں نے استدلال شروع کیا تھا اس کی روشنی میں ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہمارا اعتماد فقط کتاب وسنت پر ہو بلکہ لازم ہے کہ ہم اس پر آیت میں مذکور سبیل المومنین کا اضافہ کریں۔ جو کوئی فرقۂ ناجیہ والی حدیث میں وارد جماعت کی تفسیر محض ایک گروہ سے کرتا ہے کہ جس کے بارے میں کتاب وسنت سے دلائل بھی پیش نہیں کرتا، ایسے دلائل جیسے کہ وہ فرقہ اس پر ہو گا جس پر اولین مومنین قائم تھے، تو وہ حدیث کا اس کے صحیح معنی کے برخلاف معنی بیان کرنے والا متصور ہو گا۔ اور بایں صورت اس حدیث کی تاویل غیر صحیح قرار پائے گی۔

اور میں اپنے ان کلمات کو ایک مناقشہ کی صورت میں پیش کرتا ہوں جو ایک سلفی (میں) اور ایک اسلامی کہلانے والے کے مابین ہوا۔ وہ اسلامی (یا مسلم کہلانے والا) کتاب وسنت کی طرف تو دعوت دینے کا دعویدار تھا لیکن اس تیسرے ضمیمے پر متنبہ نہیں تھا، وہ تیسرا ضمیمہ کہ جس کے بغیر اسلامی جماعتیں اور احزاب اولاً فکری اعتبار سے اور ثانیاً عملی تطبیق کے اعتبار سے صراط مستقیم پر گامزن نہیں ہوسکتیں، اور وہ ضمیمہ ہے سبیل المومنین کی اتباع۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ کا مذہب کیا ہے؟ اس نے کہا میں مسلم ہوں یہی میرا مذہب ہے۔ میں نے کہا: یہ جواب قاصر ہے۔ اس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا: کیونکہ کوئی بھی مسلمان خواہ مستقیم ہو یا منحرف اس بات کا انکاری نہیں کہ میں مسلم ہوں۔ مثلاً ہم سب سے ہلکی تقسیم سے شروع کرتے ہیں اگر کسی حنفی سے پوچھا جائے تمہارا مذہب کیا ہے، تو وہ اپنے آپ کو کسی بھی قسم کے مناقشے سے کتراتے ہوئے یہی کہے گا کہ میں مسلم ہو، اسی طرح سے شافعی کہے گا کہ وہ مسلم ہے اور آخر تک جو مذاہب ہیں۔ جبکہ حنفی (ماتریدی) کہتے ہیں کہ ایمان میں کمی زیادتی نہیں ہوتی (ارجاء کا عقیدہ)، لیکن شافعی کہتے ہیں کہ ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے اور آخر تک جو مسائل ہیں۔ پس آپ کا یہ کہنا کہ میں مسلم ہوں اور کسی دوسرے کا بھی یہی کہنا کہ وہ مسلم ہے آپ کے مذہب کی صحیح طور پر تحدید ووضاحت نہیں کرتا۔ اس نے کہا چلیں صحیح ہے پھر میں کہوں گا کہ میں ایک مسلم ہوں کہ جو کتاب وسنت پر چلتا ہے۔ میں نے کہا: یہ بھی سب مسلمان کہتے ہیں یہاں تک کہ جن کی میں نے مثال بیان کی ابھی وہ بھی یہی کہتے ہیں کیا ایسا کوئی شافعی پایا جاتا ہے کہ جو کہے کہ میں کتاب وسنت پر نہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کوئی اباضی جو کہ موجودہ مسلم دنیا میں خارجی مذہب ہے یہ نہیں کہتا کہ میں کتاب

وسنت پر نہیں، بلکہ حد تو یہ ہے کہ کوئی شیعہ رافضی تک یہ نہیں کہتا کہ میں کتاب وسنت پر نہیں۔ ہر مسلمان یہی کہتا ہے کہ میں کتاب وسنت پر ہوں خواہ ان میں قلیل یا شدید کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ لیکن ان میں سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ میں منہج سلف صالحین پر ہوں سوائے ان کے جو واقعی ان کی طرف اپنا انتساب کرتے ہیں یعنی ہم سلفی لوگ۔ اب معلوم نہیں ہم بطور فخر یہ کہہ سکتے ہیں یا فخر جائز نہیں بہرحال ہم تو سلف صالحین کی طرف منسوب ہوتے ہیں یعنی اگر ہم سے پوچھا جائے کہ تم کون، تو ہم سیدھا کہتے ہیں کہ میں سلفی ہوں اور معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سلفی کا معنی ہی یہ ہے کہ جو کتاب وسنت پر سلف صالحین کے منہج کے مطابق گامزن ہو۔ جب میں نے اس پر یہ بات واضح کر دی تو میں نے کہا کہ ہمارے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم کہیں کہ میں مسلم ہوں جو کتاب وسنت پر قائم ہوں۔ کیونکہ ہر جماعت وتنظیمیں یہی کہتی ہیں کہ ہم کتاب وسنت پر ہیں۔ اس بات کو تو وہ مان گیا تھا کہ کتاب وسنت اور فہم سلف صالحین پر ہونا چاہیے لیکن پھر بھی نام سے بچنے کے لیے ایک اور کوشش کی اور کہا کہ میں یہ کہوں گا کہ میں ایک مسلم ہوں جو کتاب وسنت پر فہم سلف صالحین کے مطابق گامزن ہوں۔ میں نے اس سے کہا (اور میں یہ جانتا تھا کہ وہ ادیبوں میں سے ایک ادیب اور قلمکاروں میں سے ایک قلمکار رہے) کہ: کیا آپ اپنی لغت عربی میں کہ جس لغت سے آپ مؤدب بنتے، اس میں بات کرتے اور لکھتے ہیں کوئی ایک ایسا مختصر سا لفظ نہیں پاتے جو آپ کے اس جواب کو مختصر کر دے۔ یعنی اگر ہم یہ کہہ دے کہ میں سلفی ہوں تو یہ سب کچھ جو آپ نے فرمایا کہ کتاب وسنت اور فہم سلف وغیرہ سے بے نیاز نہیں کر دے گا۔ پس وہ جواب در جواب کرتا ہی رہا۔۔ لہذا یہ ہے سلفی دعوت کی حقیقت اور یہ ہیں حزب التحریر کی مخالفتیں۔

آج اس زمین کی پشت پر جتنی بھی اسلامی جماعتیں ہیں (انہی صحیح عقیدہ اور سلفی منہج اپنانا چاہیے)،اور جب ہم یہ کہتے ہیں تو ہر گز بھی ہم محض کسی حزب یا جماعت یا تنظیم سے عداوت کی وجہ سے ایسا نہیں کہتے بلکہ ہمارا دائرہ اور دلی کشادگی تو ان حزبیوں اور جماعتوں کے بنائے گئے دائرے سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ حزب التحریر کے نظام میں یہ بات شامل ہے کہ اگر ان کا کوئی کارکن حزب التحریر کی کسی رائے کے مخالف رائے اپناتا ہے تو اسے علیحدہ کر دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے تم ہم میں سے نہیں۔ جبکہ ہم تو ایسا نہیں کہتے۔ مثلاً میں یہ جانتا ہوں حزب التحریر کے افکار میں سے یہ بھی ہے کہ ایک عورت اپنی مرضی سے جیسے چاہے گھومے پھرے (سیاسی سرگرمی میں حصہ لے) اور انتخابات تک میں حصہ لے۔ حالانکہ آپ کبھی بھی قرآن وحدیث میں کوئی ایسی تحریر نہیں پائیں گے کہ جس سے یہ معنی نکلتا ہو کہ عورت ان امور میں جنہیں یہ سیاست کا نام دیتے ہیں حصہ لے۔ بلکہ اسے تو انہی باتوں کی تعلیم ہے جو اس کے صنف نازک ہونے کے مناسب حال ہے۔ لیکن جہاں تک منتخب کرنے یا منتخب ہونے کا معاملہ ہے تو اگر کوئی شخص اس بارے میں حزب التحریر میں رہتے ہوئے ان کے خلاف مؤقف اپنالے تو اسے وہ علیحدہ کر دیں گے، جبکہ ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ اس بات کو قبول کریں گے۔ خواہ وہ حزب التحریر کی طرف سے ہو یا اخوان المسلمین و تبلیغی جماعت کی طرف سے لیکن صرف اسی اساس پر کہ:

﴿قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ﴾(آل عمران:64)

(آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں، نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں)

لہذا ہم ہر مسلمان کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس اصل پر بنیاد رکھے پھر اس سے جو بہت سے فروعات نکلتے جاتے ہیں ان شاءاللہ وہ ہمارے ساتھ ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی تطبیق میں ہم سے اختلاف کرے کیونکہ تطبیق کے لیے علم کی ضرورت ہے، اور ہم نہایت افسوس سے یہ کہتے ہیں کہ کتاب وسنت کے علم پر ان اسلامی جماعتوں کی کوئی توجہ نہیں، مگر پھر بھی چاہتے یہ ہیں کہ اسلامی ریاست قائم کریں ایسی اسلامی ریاست جو اسلام سے ہی جہالت پر مبنی ہو! پس ہم کہتے ہیں:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ (الاحزاب: 21)

(یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے)

رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کی تعلیم، سب سے پہلے انہیں عقیدے کی دعوت اور پھر عبادات وحسن سلوک کی تعلیم وتربیت سے کام شروع فرمایا۔ اور ہم بھی اسی طرح کرتے جائیں یہاں

تک کہ تاریخ اپنے آپ کو ایک بار پھر دوہرا لے۔ان شاء اللہ بات اسی قدر کفایت کرے گی۔ والحمدللہ رب العالمین۔

سوال: بعض اسلامی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے افراد مثلاً جیسے حزب التحریر اللہ تعالی کے اس فرمان کی تاویل کرتے ہیں:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾(المائدۃ:44)

(اور جو کوئی اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں)

اور اس تکفیر﴿الظالمون﴾اور﴿الفاسقون﴾کے مشابہ اور بھی آیات ہیں وہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس کا معنی ہے حاکم (حکمران) جو کچھ فسق وعصیان کرتا ہے اس سے محض وہی مراد ہے، ناکہ دوسرے لوگ۔ پس امید ہے کہ آپ اس کی وضاحت فرمائیں گے، جزاکم اللہ خیراً۔

شیخ البانی: مجھے کچھ مزید وضاحت کی ضرورت ہے کہ وہ مطلق حاکم (کسی بھی فیصلے میں حکم کرنے والا) مراد لیتے ہیں یا حاکم سے مراد بادشاہ وخلیفہ وغیرہ لیتے ہیں؟

سائل: جی وہ بادشاہ، خلیفہ یا ملک کا سربراہ (صدر وو زیر اعظم) مراد لیتے ہیں۔

شیخ البانی: یعنی ان کے کہنے کے مطابق ابھی میں یہاں کسی قضیہ میں حکم کرنے کے بارے میں مبتلا کر دیا جاتا ہوں اور اللہ تعالی کے حکم کے بر خلاف فیصلہ دیتا ہوں تو یہ آیت مجھ پر لاگو نہیں ہو گی؟

سائل: ان کے کہنے کے مطابق تو نہیں۔

جواب: نہیں ہو گی۔ بس اسی کی وضاحت چاہتا تھا میں۔ بلاشبہ اس آیت کو یا اس آیت کی دلالت کو محض ایسے بادشاہوں، رؤساء، وزراء اور ملک کے سر براہوں کے بارے میں محصور کر لینا کہ جو اللہ تعالی کی شریعت کے علاوہ فیصلہ کرتے ہیں۔ اور اسے محض حکمرانوں تک محصور کرنا اس کے معنی بیان کرنے میں بہت بڑا انحراف ہے۔ کیونکہ اولاً یہ آیت اپنی دلالت کے اعتبار سے ہر قسم کے حاکم (فیصلہ کرنے والوں) کو شامل ہے خواہ ملک کا حاکم ہو یا محکوم، خواہ وہ مسلمان پر والی ہو یا غیر مسلمین پر، خواہ وہ کسی خاص علاقے پر وزیر ہو یا پورے ملک کا صدر وحاکم ہو جیسا کہ تمام زمان ومکان میں قاضی ہوا کرتے ہیں، کہ وہ انسانوں میں سے حاکم اعلی یا صدر یا بادشاہ یا خلیفہ کے ماتحت ہوتے ہیں۔ پس اللہ تعالی کا فرمان: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (جو کوئی اللہ تعال کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا) ان تمام حکام کو شامل ہے خواہ اعلی ہوں یا ادنی۔ اولاً اس آیت کی عمومی دلالت کی وجہ ہے ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾۔ اور ایک دوسری بات جو دلالت میں اس سے قوی تر ہے وہ یہ کہ اس آیت

کے وارد ہونے کا سبب کیا تھا۔۔ فقہاء کرام کا ایک مقولہ ہے جو کہ ایک علمی فقہی قاعدہ تصور ہوتا ہے کہ جسے ہر طالبعلم کو پہلے یاد کرنا چاہیے پھر اس کا التزام کرنا چاہیے، اور وہ یہ ہے کہ: ''العبرۃ بعموم اللفظ لابخصوص السبب'' (اعتبار عمومی لفظ کا ہوتا ہے نا کہ خصوصی سبب کا)۔

یہاں لفظ عام ہے جو ہر حاکم کو شامل ہے۔ اگر یہ آیت حاکم اعلی ہی کے متعلق نازل ہوتی پھر بھی ہم کہتے کہ اعتبار عموم لفظ کا کیا جاتا ہے نا کہ خصوصی سبب کا۔ لیکن حقیقت تو اس کے بلکل برعکس ہے کہ یہ معاشرے کے کچھ افراد کے متعلق نازل ہوئی۔ اس کے ورود کا سبب ہے کہ یہود کے دو گروہ تھے ایک اپنے آپ کو اعلی سمجھتا تھا جبکہ دوسرے کو ادنی سمجھا جاتا تھا۔ جیسا کہ آزاد اور غلام ہوتے ہیں لیکن در حقیقت دونوں ہی آزاد تھے۔ یا جیسا کہ ہمارے یہاں آجکل کہا جاتا ہے کہ ایک اپر کلاس کے لوگ تھے اور دوسرے عوامی قسم کے۔ اور اسی طبقاتی تقسیم کی بنیاد پر ان میں قصاص کے بعض احکام مرتب ہوئے تھے کہ اگر اعلی گروہ والا ادنی والے کو قتل کردے تو اسے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا لیکن اگر اعلی والے کو ادنی والا قتل کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔

یہود اسی طبقاتی امتیازی تقسیم میں جیتے رہے جب تک اللہ تعالی نے چاہا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا، جس پر یہود ظلم کی اس نوعیت کے سبب سے مشکل میں پڑ گئے، اور ان دو گروہوں میں تنازعہ ہو گیا۔۔۔ پھر اس موضوع پر لمبے مناقشے، تدبر اور ایک دوسرے پر غصہ ہونے کے بعد اس بات پر متفق ہو گئے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس

معاملے میں فیصل وحاکم بنائیں گے۔اور یہ ان کی خباثت وگمراہی میں سے تھا کہ پہلی بات جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ﴾(البقرۃ:146)

(وہ اس نبی کو ایسے بخوبی جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں)

اس کے باوجود وہ ان پر ایمان نہیں لائے۔اور دوسری بات اپنے کفر کے باوجود وہ اپنے جھگڑوں میں ان سے فیصلہ لینا چاہتے ہیں، لیکن آپس میں کیا کہتے ہیں؟(یہی شاہد ہے) کہ اگر وہ ہمارے حق میں فیصلہ دیں تو ہم ان کا حکم تسلیم کریں گے، اور اگر ہمارے خلاف کریں تو اسے مسترد کردیں گے۔پس اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾(المائدۃ:44)

(اور جو کوئی اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں)

پس یہ آیت اپنی دلالت کے اعتبار سے عمومی لفظ پر مشتمل ہے اور شان نزول کے اعتبار سے بھی یہ دلالت کرتی ہے کہ اس سے مقصود فقط بادشاہ وسربراہ مملکت نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالی کی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتا اس کو شامل ہے۔کیونکہ وہ یہودی لوگ اپنے کسی

سربراہ ورئیس کے پاس نہیں گئے تھے کہ محمد رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو حاکم بنایا جائے، اگر وہ ہمارے حق میں فیصلہ دیں تو قبول ورنہ مسترد۔۔۔ نہیں۔۔بلکہ یہ تو اس پورے گروہ کا کہنا تھا کہ جو اپنے کو دوسرے سے اعلی سمجھتا تھا۔

سوال: کیا اس عموم میں گھر کے سربراہ اور کسی ادارے کے سربراہ بھی شامل ہیں؟

جواب: بلاشک۔ لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ ایک زاویہ سے تو خاص ہے اور ایک زاویہ سے عام ہے۔ خاص اس طور پر ہے کہ کسی حکم کو صادر کرنے کے تعلق سے جو حکم ہوتا ہے، مگر تطبیق کے اعتبار سے یہ خاص نہیں۔ مثلاً جنہوں نے قبائلی صلح کی اصطلاح استعمال کی۔۔۔اس صلح کے بارے میں اللہ تعالی نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، ایسے لوگ بلاشبہ اس آیت میں داخل ہیں۔ لیکن مثلاً کوئی چوری ولوٹ مار کرتا ہے اور ایسے کام کرتا ہے جو شریعت کے مخالف ہیں۔۔اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے اللہ تعالی کی شریعت کے خلاف فیصلہ دیا۔

حاضرین میں سے ایک کہتا ہے: میں اس سوال کو ایک مثال سے واضح کرنا چاہتا ہوں اگر آپ کی اجازت ہو؟

شیخ البانی: کیجئے۔

سائل: مثال: گھر کا سربراہ اپنی بیٹیوں سے چاہتا ہے کہ وہ بے پردہ زیب وزینت کریں، مختصر لباس پہنیں، پردہ دار عورتوں سے متنفر کرتا ہے اور اپنی بیٹیوں کو بتایا ہے کہ یہ حجاب تو بہت قبیح وبرا لباس ہے۔۔اور منکرات کا انہیں حکم دیتا ہے۔۔یعنی مختلف صورتوں میں سے یہ ایک صورت ہے۔۔کیاایسا شخص اس حکم میں شامل ہوگا؟

شیخ البانی: نہیں، اس حکم بغیر ما انزل اللہ (اللہ تعالی کی شریعت کے خلاف فیصلہ کرنا) میں داخل نہیں ہوگا، بلکہ یہ تو خواہش نفس کی پیروی میں شمار ہوگا۔

حکم جیسا کہ ہم نے بتایا اس سے مراد قضاء (فیصلہ کرنا) ہے، اسی لیے آپ ﷺ نے صحیح بخاری کی ایک حدیث میں فرمایا:

”إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ“[16]

(اگر حاکم/مجتہد اپنے ذاتی اجتہاد کی بنیاد پر فتوی دے/حکم کرے اور وہ صحیح ہو تو اسے دوہرا اجر ملے گا اور اگر وہ اجتہاد کرے اور فیصلہ دے مگر غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملے گا)۔

اس کا تعلق حکم یعنی قضاء سے ہے۔

---

[16] صحیح البخاری فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ (7352)۔

لیکن اگر کوئی انسان اللہ تعالی کا حکم اور اس کی شریعت جانتا ہے پھر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے تو بایں صورت مسئلہ ایک دوسری صورت اختیار کرلیتا ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ کفر کی تقسیم یعنی کفر اعتقادی اور کفر عملی کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

اگر وہ شخص جس کی جانب آپ نے اشارہ کیا وہ عورتوں کے لیے شرعی حجاب کو قبیح بنا کر پیش کرتا ہے اور تبرج و بے پردگی کو مزین کرکے پیش کرتا ہے یا اس جیسے دوسرے اعمال، جبکہ وہ اپنے دل میں اس کا واقعی اعتقاد رکھتا ہے مطمئن ہے تو ایسا شخص اپنے دین سے مرتد ہے۔ لیکن اگر وہ کہتا ہے: لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔۔واللہ شرعی پردہ کرنے میں دراصل۔۔بہت جہاد۔۔اور بہت صبر کی ضرورت ہے (مشکل ہے۔۔)۔۔اور آخر تک ایسے بہانے، تو ایسے شخص کا کفر عملی کفر کہلائے گا نا کہ اعتقادی کفر۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ جو آخری مثال ہے وہ اس میں شامل نہیں جس پر ہم کلام کررہے ہیں۔ بلکہ اسے اسی طور پر سمجھنا چاہیے جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا۔ میں اس میں ایک اور چیز کا اضافہ کروں گا اور وہ یہ کہ یہ آیت کریمہ:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾(المائدۃ:44)

(اور جو کوئی اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں)

یہ آیت تمام لوگوں کو شامل ہے خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم جب تک وہ جانتے بوجھتے شریعت الٰہی کی مخالف کر رہا ہے، وہ اس میں شامل ہے۔۔۔ہم اس دور میں ایسے مختلف انواع واقسام کے فتنوں کا سامنا کر رہے ہیں جسے پہلے کے مسلمان اپنے اختلافات اور فتنوں کی موجودگی کے باوجود جانتے نہ تھے۔ بلاشبہ آپ جانتے ہوں گے کہ مسلمان پہلی صدی میں ہی اختلافات کا شکار ہوئے اور خوارج اور ان کے علاوہ فرقوں نے جنم لیا، اور وہ اپنے دین میں تفرقہ کر کے مختلف گروہ اور جماعتیں بن گئے۔ لیکن آج مصیبت اس سے کئی گنا بڑھ گئی ہے کہ ان موروثی مذاہب وطرق کے علاوہ جو آپس میں مختلف ومتنفر ہیں اور ہر گروہ اس چیز پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے، ان پر مزید ایک نئی حزبیت وتقسیم شامل ہوگئی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان میں سے ہر فرد کسی ایسی جماعت یا تنظیم کی جانب منسوب ہوتا ہے جن کے مخصوص ومعین افکار ہوتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ یہ افکار کتاب وسنت کے علم کے مطابق ہوتے ہیں بلکہ محض اس لیے کیونکہ اس کی جماعت یا تنظیم جس کی طرف وہ منسوب ہوتا ہے یہ نظریہ رکھتی ہے۔ اور میں نے بین السطور یہ جو بات کہی ہے اس بنا پر کہی ہے کہ سوال میں مجھ سے ایسا کہا گیا کہ حزب التحریر اس فلاں نظریہ کی قائل ہے یا رائے رکھتی ہے۔۔ آخر تک۔

آج یہ جو حزبیت وتفرقہ بازی ان اسلامی جماعتوں میں پائی جاتی ہے یہ اسی تفرقہ بازی کے دائرے کی توسیع ہے جو ان کے خلف نے ان کے سلف سے ورثے میں پائی ہے۔ پس حالت یہ ہوگئی ہے کہ ایک فرد واحد کہ جس نے کسی جماعت کی بنیاد ڈالی ہے اس کی رائے کی ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگ بلا کتاب وسنت کے علم کے اندھا دھند پیروی کر رہے ہیں۔ اور اس کی

بہت سی مثالیں ہیں کہ جن میں فی الحال ہم جانا نہیں چاہتے۔ میں تو محض یاددہانی کرانا چاہتا تھا۔ مثال تو خود ابھی آپ کے سامنے ہے کہ آیت مطلق ہے لیکن فلاں حزب یا جماعت نے اس کا معنی محض حکمران تک محدود کردیا ہے۔۔یا صدر و ملک کے سربراہ تک۔۔کیوں؟ کیونکہ اِس جماعت کا یا اُس جماعت کا مقصد ہی ایسے حکمران وقت سے ٹکر لینا ہے جو شریعت کے مطابق نظام نہیں چلاتا، جس کی وجہ سے وہ جماعت یہ بھول گئی کہ اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مطابق حکم نہ کرنے پر صرف حاکم پر انکار کرنا کافی نہیں بلکہ اس میں تو اس جماعت یا تنظیم کے امیر یا بانی پر بھی رد کرنا ضروری ہے کہ جس کا یہی حال ہو۔ مثلاً ہم یہ کہیں کہ فلاں جماعت کے امیر پر بھی یہ آیت صادق آتی ہے اگر وہ بھی اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مطابق حکم نہ کرے!

چناچہ اس جماعت کے افراد میں سے ایک فرد نے اس آیت کے فہم کی بنیاد اس کے برخلاف رکھی جس پر علماء مسلمین ہیں، جیسا کہ میں نے ابھی آپ کے سامنے بیان کیا۔اس نص یا آیت کا عموم ہر حکم کرنے والے کو شامل ہے جو بھی غیر شرعی حکم کرتا ہے۔اور اس آیت کا شان نزول یا سبب نزول بھی ان سے متعلق ہے جو کہ حاکم اعلی نہ تھے [17]۔ لہذا ہم تمام مسلمانوں کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالی کے اس فرمان کو یاد رکھیں:

---

[17] شیخ ربیع المدخلی حفظہ اللہ اپنی مشہور کتاب "منہج الانبیاء فی الدعوۃ الی اللہ" میں اسی آیت سے متعلق فرماتے ہیں: (یہ آیات ہر ایک کو شامل ہے چاہے وہ افراد ہوں یا جماعتیں، حکمران ہوں یا محکومین۔ مگر اسے محض حکمرانوں تک محدود کردینا اور ان اہل اہوا و بدعت اور گمراہوں پر اسے نافذ نہ کرنا کہ جو اپنے عقائد، عبادات

﴿وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ (الروم: 31-32)

(اور ان مشرکوں میں سے نہ ہو جانا، جنہوں نے اپنی دین میں تفرقہ کیا اور مختلف گروہ بن گئے، اور ہر حزب اسی پر خوش و مگن ہے جو کچھ اس کے پاس ہے)

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس آیت تحکیم کا فہم جیسا کہ کتب تفسیر میں آیا ہے حاصل کرے۔ لیکن اگر ہم اس آیت یا اس کے علاوہ دیگر آیات پر شخصی و حزبی آراء کو مسلط کریں گے تو خود اسی آیت کے ہم مصداق بن جائیں گے:

﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ (المائدۃ: 44)

(اور جو کوئی اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں)

میں اسی بات پر تنبیہ کرنا چاہتا تھا۔

اور اخلاق میں اللہ تعالی کی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے پرلے درجے کی جہالت، گمراہی اور بیوقوفی ہے۔ حالانکہ یہ آیات تو اللہ تعالی نے یہود سے متعلق نازل فرمائی تھیں جن کی صدیوں سے کوئی حکومت وریاست تھی ہی نہیں، ایسوں کے بارے میں نازل فرمائی کہ جن پر ذلت، محتاجی و مسکینی لکھ دی گئی تھی)۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

سوال: آپ ایسے لوگوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ عقل مطلقاً ایک ممدوح (قابل تعریف) چیز ہے اور عقل مذموم (قابل مذمت عقل) نام کی کوئی چیز نہیں۔یعنی مذموم عقل نام کی کسی چیز کا وجود ہی نہیں۔اس کی دلیل کے طور پر وہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت نہیں جس میں کہا گیا ہو کہ عقل بھی مذموم ہو سکتی ہے بلکہ اس کے برعکس یہ موجود ہے کہ:

﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ﴾(البقرہ:171)

(یہ لوگ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں پس یہ لوگ نہیں سمجھتے)

جس کا مطلب یہ ہوا یہ جو "لایعقل" (جو سوچتے نہیں) فی الحقیقت عقل ہی نہیں رکھتے اسی لئے ثابت یہ ہوا کہ عقل کسی طور پر مذموم نہیں۔پس اس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخد کیا کہ ہمیں قرآن، سنت اور عقل کی طرف رجوع کرنا چاہیے چناچہ ان کے نزدیک یہ قرآن، سنت و عقل کی طرف رجوع نہ صرف برابر ہے بلکہ کبھی تو وہ اس کو ایک دوسری ترتیب دیتے ہیں یعنی پہلے عقل پھر قرآن وسنت، لہذا شیخ آپ کے اس بارے میں کیارائے ہے؟

الشیخ: یہ تو محض الفاظ کے ساتھ کھیلنا ہے کیونکہ قرآن وسنت کے بارے میں ہر مسلمان جانتا ہے کہ اس کا اصل مصدر کیا ہے، جبکہ جہاں تک عقل کا تعلق ہے کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کہاں ہوتی ہے؟

سائل: جسمِ انسانی میں...

الشیخ: کیا یہ عقل ایک ہی انسانی جسم میں محصور ہوتی ہے یا مختلف میں ؟

سائل: ظاہر بات ہے ایک میں ہوتی ہے...

الشیخ: کہاں ہوتی ہے ! اللہ تعالی آپ کو ہدایت دے۔۔

سائل: کیا آپ ایک فرد کے جسم کا پوچھ رہے تھے ؟

الشیخ: میرا مقصد یہ تھا یا جو آپ کہہ رہے تھے کہ عقل ایک مطلق اسم ہے۔ کیا وہ جسم انسانی میں محصور ہے ؟

سائل: ظاہر بات ہے نہیں !

الشیخ: اور قرآن کے بارے میں کیا خیال ہے ؟

سائل: وہ تو محصور ہے...
الشیخ: اور سنت ؟

سائل: وہ بھی۔۔

الشیخ: اور عقل؟

سائل: غیر محصور ہے۔

الشیخ: (آپ نے کہا کہ عقل غیر محصور ہے) تو ہم کس طرح ایک ایسی چیز کی جانب رجوع کریں جو کہ غیر محصور ہے؟!

اسی وجہ سے میں نے پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ یہ لوگ محض الفاظ کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ یہی حزبیت (جماعت پرستی) اور قرآن وسنت کا علم نہ حاصل کرنے کا نقصان ہے۔

سوال: ان لوگوں کا کیا حکم ہے جو احادیث آحاد کو جھٹلاتے ہیں اگرچہ ان پر حجت تمام کر دی گئی ہو۔ کیا ایسے لوگ فاسق ہیں، گمراہ ہیں یا کافر؟
جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ کوئی بھی مسلمان جو اپنے مذہب یا منہج یا راستے یا طریقے ومسلک کی بنیاد اس چیز پر نہیں رکھتا ہے جس پر ہمارے سلف صالحین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین عظام وتبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم تھے تو بلاشبہ ایسا مسلمان کھلی گمراہی میں جی رہا ہے۔ پھر یہ گمراہی کہ جس میں اس کے ملوث ہونے اور واقع ہونے کے بارے میں ہمیں کوئی شک نہیں سر تا پہ

سرایت کر جاتی ہے جس کی بناپر اسے کبھی کفر و دین سے خروج تک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ اس لیے کیونکہ اللہ تعالی نے صریح طور پر اپنی کلام مجید میں فرمایا:

﴿وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ‌ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا﴾(النساء:115)

(جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول اللہ ﷺ کے خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے، اور وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے)

جن لوگوں نے احادیث آحاد کے انکار کا فلسفہ گھڑا ہے یہ لوگ سبیل المومنین (مومنوں کی راہ) کی مخالفت کرنے والے ہیں۔ اور ہم کئی بار یہ ذکر کر چکے ہیں کہ سلف صالحین کا طریقہ اور دین اسلام کی دنیا میں تبلیغ کرنا یہاں تک کہ دنیا کے ایک بڑے خطے کو حلقہ بگوش اسلام کر لینا احادیث آحاد اور افراد کی دعوت نبوی کے پرچار کے ذریعہ ہی تھا۔ جیسا کہ سیرت نبوی اور تاریخ اسلامی کی کتب میں معروف و مشہور ہے کہ آپ ﷺ ایک فرد واحد کو ہی پورے قبیلے کی دعوت اسلام کے لیے روانہ کرتے، پھر وہ انہیں جا کر (عقیدے کی) اللہ تعالی کی بلاشرکت غیرے توحید کی دعوت دیتا اور اگر مان لیتے تو پھر نماز، روزہ و زکوۃ۔۔اور آخر تک جو احکام ہے کی دعوت دیتا۔

پھر کیسے ان افراد کے ذریعہ اسلام پھیلا؟۔۔اسی طرح سے اسلام کا انتشار ہوتا رہا یہاں تک کہ اس نے بہت سے ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا حتی کہ ایسے ملک کو بھی جو سمندر کے وسط میں ہے جیسے آسٹریلیا اور امریکا وغیرہ۔ اس کا سبب یہی تھا کہ کوئی مسلمان تجارت کی غرض سے اس ملک میں اترا جس ملک کی سرزمین کو پہلی بار اس کے قدم نے چھوا، اور اس نے انہیں بتایا کہ اسلام ایسا ہے اور ایسا ہے۔ پس لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج اس خبر واحد کی وجہ سے ہی داخل ہوتے گئے۔

لہذا یہ لوگ جو خبر واحد کی شان گھٹاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا سبیل المومنین کی مخالفت کرتے ہیں بلکہ سبیل سید المومنین ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں کہ جنہوں نے سیدنا معاذ، علی اور ابو موسی الاشعری کو یمن اور دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہم کو سوریا (شام) اور روم کی جانب دعوت اسلام کی غرض سے بھیجا۔۔۔ یہ اسلامی تاریخ میں مشہور اولین داعیان اسلام تھے، لیکن یہ بھی افراد ہی تھے۔ پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حدیث آحاد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا؟!

ہمارے الحمدللہ اس بارے میں دو رسالے ہیں جو اسی مسئلے کا علمی و عقلی علاج کرتے ہیں۔ عقلی بھی شرعی عقل جو کہ قرآن وسنت سے ماخوذ ہے نا کہ ہر کس و ناکس عقل۔ کیونکہ ہر وہ عقل جو قرآن وسنت سے باہر ہو انہوں نے سچ ہی کہا کہ وہ عقل ہی نہیں۔۔۔ کیونکہ اللہ تعالی نے جب کافروں کا ذکر فرمایا کہ جب وہ آتش جہنم میں ہوں گے تو پکار رہے ہوں گے:

﴿وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾(الملک:10)

(اور وہ (جہنمی) کہیں گے اگر ہم سنتے اور عقل رکھتے ہوتے تو ہم جہنمی نہ ہوتے)

پس ثابت کیا ہوا کہ عاقل (عقلمند) کون ہے؟ وہی ہے جو شریعت کو اپنی عقل پر حاکم بناتا ہے۔ کیونکہ یہ جو مطلق عقل ہے اس کے بارے میں ہم نے کہا کہ انسانوں میں بٹی ہوئی ہے کسی ایک شخص میں معروف و محدود نہیں۔۔۔ اگر کوئی کہے کہ رسول معصوم ﷺ کی عقل تو وہ ہماری سر آنکھوں پر ہوگی اور یہی ہمارا مرجع ہے۔ لیکن ایک ایرے غیرے اور فضول انسان کی عقل یہ بھی ایک عقل ہے کہ جس کی کوئی حدود ہی نہیں! اور یہی کھلی گمراہی ہے کہ جب انہوں نے کتاب وسنت سے ہٹ کر محض اپنی عقل پر انحصار کیا اور یہ قاعدہ گھڑ لیا کہ حدیث آحاد سے عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ میں آپ کے سامنے ایک مثال بیان کرتا ہوں کہ جس کے اندر دو نکات ہیں کہ جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان لوگوں کا مؤقف کتنا متزلزل ہے کہ جو اپنے نبی ﷺ کے فرامین پر اپنی عقل کو حاکم بناتے ہیں۔ آپ ﷺ نے صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں فرمایا:

"إِذَا تَشَهَّدَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ مِنْ أَرْبَعٍ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ"[18]

[18] حدیث گزر چکی ہے۔

(جب تم میں سے کوئی آخری تشہد میں بیٹھے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالی کی چار چیزوں سے پناہ طلب کرے۔ اور کہے: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں عذابِ جہنم سے، عذابِ قبر سے، زندگی وموت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے کے شر سے)

اب یہ حدیث آحاد ہے جو ان کے نزدیک احکام میں لی جاسکتی ہے۔۔۔ لیکن عقیدے میں نہیں لی جاسکتی! لیکن یہ حدیث دو امور کو متضمن ہے۔ ایک تو حکم ہے اور ایک عقیدہ ہے۔ حکم یہ ہے کہ اللہ تعالی کی ان چار چیزوں سے پناہ طلب کرو۔ اور عقیدہ ہے عذاب قبر کا اور آخری زمانے میں مسیح الدجال کا۔ اب وہ کیسے ایسی چیز سے پناہ طلب کرسکتا ہے کہ جس پر وہ ایمان ہی نہیں لاتا؟!! یہ ناممکن ہے! اب وہ اِدھر اُدھر ٹامک ٹوئیاں مارے گا لیکن جہاں بھی گرے گا وہ گمراہی میں ہی ہوگا! اگر وہ اس شرعی حکم کو لیتا ہے جو کہ لینا واجب ہے تو وہ اس کے مطابق عقیدے کو نہیں لیتا یعنی عذاب قبر اور آخری زمانے میں آنے والے مسیح الدجال پر ایمان نہیں رکھتا۔ پس وہ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے خود اپنے ہی عقیدے کی مخالفت کررہا ہوتا ہے اور یہ تو کھلی گمراہی ہے۔

(سلسلۃ الھدی والنور کیسٹ رقم 740، اس مجلس کی ریکارڈنگ 27 شوال سن 1413ھ بمطابق 1993/3/20ع کو عمل میں آئی)